حسن انتخاب

سید ذوالکفل بخاری

حق کی راہ میں فنا ہو جانے کا ناقابل فنا عشق

کیا اس بات کو کہنا چھوڑ دوں، جس کو اچھا سمجھتا ہوں؟

ابوالکلام آزاد رحمتہ اللہ علیہ

مولانا ابوالکلام آزاد...... ادیب، خطیب، مفسر، صحافی، عالم دین اور سیاست دان تھے...... اپنے رنگ میں منفرد، اپنی شان میں یگانہ۔ بقول شورش کاشمیری۔۔۔

۱۸۵۷ء کی خونخواری کے بعد ۱۹۱۰ء میں اسلام کی پہلی آواز جس نے مسلمانوں کی پلکوں سے نیندیں اتاریں اور ان کے کانوں کا جھومر بن گئی"

الہلال...... مولانا کا ہفتہ وار رسالہ تھا اور مولانا کی بھرپور شخصیت کا بھرپور عکس! علامہ سید سلیمان ندوی بھی مولانا کے رفیق کار تھے اور "الہلال" کے محاذ سے تحریک حریت میں پیش پیش تھے۔ ایک وقت آیا کہ سید صاحب نے "الہلال" کو خیر باد کہہ دیا۔ ابوالکلام نے بہتیرا سمجھایا، بجھایا اور منایا لیکن سید صاحب مان کر نہ دیے۔ اور بعد میں...... اس ایک بات کے افسانے بن گئے کیا کیا!

مولانا عبدالماجد دریابادی نے سید صاحب کے خطوط یکجا شائع کئے تو مولانا آزاد کے ایک خط کو بھی ہمیشہ کے لئے محفوظ کر دیا جو اس قصے کے ضمن میں بنیادی اہمیت رکھتا ہے۔

اس خط کی اصل اہمیت یہ ہے کہ اس سے کردار کی وہ عظمت آشکارا ہوتی ہے اور اس روشنیٔ طبع کا سراغ ملتا ہے۔ جو خلوص نیت، یقین محکم اور عمل پیہم کی اصل ہے اور فی زمانہ علماء و صوفیا میں عنقا ہے۔

اب آپ پہلے مولانا عبدالماجد دریابادی کی وضاحتی سطور پڑھیں گے اور پھر مولانا آزاد کا تاریخی مکتوب۔

(ذوالکفل بخاری)

نشیب و فراز، پیچ و خم جس طرح کہ بشری زندگی کا جزو ہوتے ہیں، ان کی پوری عکاسی ان خطوط میں بھی موجود ہے۔ ۲۷ سال کی عمر بھرپور جوانی کی عمر سے لے کر ۶۷ سال کی پختہ عمر تک جتنی منزلیں طے ہونے کی تھیں، سب ہی کے نقشے ان صفحات میں آتے گئے ہیں۔ غم و غصہ۔ صدمات خانگی، شوخی و ظرافت معاصرانہ چھیڑ چھاڑ، دینی حرارت، علمی سنجیدگی، متانت، ناگواری، طنز، سیاسی چاشنی، سب ہی کی جھلکیاں اپنی اپنی جگہ ان اوراق میں محفوظ ملیں گی۔

سب سے نازک مسئلہ شخصیات کا ہوتا ہے۔ ممکن نہ تھا کہ معاصر شخصیات کا تذکرہ ہر جگہ مدح و تحسین ہی کے ساتھ ہو۔ یقیناً ناگواری، نکتہ چینی اور تلخی کے نمونے جابجا نظر آئیں گے۔ اور اپنے ہیرو یا مقتدا کا ذکر، ذکر خیر کے سوا۔ ہر پڑھنے والے پر گراں گزرنا بھی ایک امر طبعی ہے۔ لیکن اس کے لئے جامع کی ایک حد تک معذوری بھی ظاہر

ہے...... بہر حال ناظرین کرام اس کے لئے تیار رہیں کہ کہیں کہیں ان کے جذبات کو دھچکا ضرور لگے گا- اور اس کے لئے جامع شروع ہی میں ان کے عفوو کرم کا خواستگار ہے۔

معاصروں میں ایک نامور شخصیت ضرور ایسی ہے جس کے متعلق اپنا ذہن پہلے ہی صاف کر لیں تو بہتر ہے۔ مراد مولانا ابوالکلام آزاد مرحوم و مغفور سے ہے۔ مرحوم کی ابتدائی زندگی جنہوں نے نہیں دیکھی ہے۔ وہ ان کی محض تحریروں اور آخری حصہ زندگی سے اس کا اندازہ نہیں کر سکتے۔ سید صاحب انکے بے تکلف دوستوں میں تھے اور لکھنؤ اور کلکتہ دونوں میں انہیں بہت قریب سے دیکھ چکے تھے۔ انہیں اپنے علم و بصیرت کے مطابق ان میں بہت سی قابل اعتراض باتیں نظر آئیں۔ اس کا اظہار اس مجموعہ کے شروع ہی کے خطوں میں ہے۔ مولانا آزاد پر یہ بات ڈھکی چھپی نہ رہی۔ پوری طرح واضح ہو چکی تھی۔ انہوں نے سید صاحب سے صراحت کے ساتھ پوچھا کہ آخر آپ کی رنجش کے اسباب کیا کیا ہیں۔ یہ شرافت تو ان کی طرف سے ظاہر ہوئی۔ سید صاحب نے بھی بہ کمال شرافت ان کی اس فرمائش کو قبول کر کے اپنے اعتراضات نمبر وار لکھ بھیجے۔ مولانا آزاد نے اب اس سے بھی بڑھ کر نیبی شرافت کا ثبوت یوں دیا۔ کہ سارا مکتوب سکون قلب کے ساتھ پڑھکر اس کا مفصل و مکمل جواب لکھا- اس میں پبلک زندگی اور نجی زندگی سے متعلق بعض اعتراضات کو من و عن تسلیم کر لیا۔ بعض کے لئے اعتراف کیا کہ کوشش اصلاح ہو رہی ہے اور بعض کی صاف تردید کر کے سید صاحب کو لکھا کہ اس بارے میں خود آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے۔ یہ مکتوب مولانا آزاد کے ہاتھ کا لکھا ہوا تقریباً پورے کا پورا (یعنی بجز بالکل آخری حصہ کے) دارالمصنفین کے ذخیرے میں مل گیا۔ اور اس کی نقل حاشیہ پر اپنے مناسب موقع پر درج ہے۔ اس سے کسی بھی صاحب فہم کے نزدیک مولانا مرحوم کے مرتبہ میں کمی انشاء اللہ نہ ہوگی۔ بلکہ ان کے ظرف کی عظمت میں اور اضافہ ہی ہوگا--- یہ مکتوب شروع ۱۹۱۴ء کا ہے۔ ۱۹۱۸ء سے کہنا چاہئیے کہ مولانا مرحوم کی زندگی میں خود ایک انقلاب عظیم ہو گیا۔ اور اصلاح کا پہلو کہیں زیادہ روشن ہو گیا۔ اس لئے اس دور سے قبل کی سرگزشت پر خط تنسیخ ہی پھرا ہوا سمجھئے۔ خود سید صاحب بھی اخیر زمانہ میں مولانا کی طرف سے بڑی حد تک صاف ہو گئے تھے۔ بلکہ درمیان میں تو ایک دور خاص لطف و محبت کا بھی آ گیا تھا..... ان خطوط کے جامع کو جو اختلافات مدیر الہلال سے تھے۔ وہ ۱۷ء، ۱۸ء تک کہنا چاہئیے کہ ختم ہی ہو چکے۔ اور اس کے بعد سے مرحوم سے مجالست و رفاقت کی سعادت خلافت کمیٹی وغیرہ کے سلسلے میں برسوں حاصل رہی۔

مولانا کی ملک گیر شہرت و شخصیت کے پیش نظر یہ تصریحات ضروری تھیں۔ (عبدالماجد دریا بادی)

مکتوب مولانا ابوالکلام بہ نام سید صاحب

صدیقی الجلیل الاعز

میں تو جواب سے مایوس سا ہو گیا تھا لیکن الحمدللہ کہ آپ نے جواب عنایت فرما کر احسان عظیم کیا۔ جس وقت خط آیا، میرے گھر میں مرض قدیم کا دورہ شروع ہو گیا تھا، اور اب تک ہے۔ پھر باوجود اس حالت کے، ایک ضرورت شدید سے دہلی چلا گیا۔ بانکی پور ٹھہرا، اور ان اسباب سے جواب میں تاخیر ہو گئی۔ خواستگار معافی ہوں۔

برادر جلیل و اعز!

سب سے پہلے تو میں آپ کا سچا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ نے سچائی اور راست بازی کے ساتھ حسب وعدہ

اپنے تمام خیالات ظاہر کر دیے۔ اور اسکے بعد احسان مند ہوں، اس احسان عظیم کے لئے کہ آپ کے اس اظہار خیال سے مجھے بہت فائدہ پہنچا۔ آپ یقین فرمائیں کہ آپ کے خط کو میں نے تین بار پڑھا اور اس کے اثر سے بہت دیر تک روتا رہا۔ نہ اس لئے کہ آپ نے جو کچھ لکھا وہ سب کچھ سچ تھا۔ بلکہ اس لئے کہ اس میں سچ بھی تھا۔ جس کے لئے میرے دل نے گواہی دی اور جو حالت ہمیشہ رہتی ہے اس کے لئے ایک تحریک قوی و مزید ہو گئی۔

آپ نے کل دس باتیں لکھی ہیں۔ ان میں کچھ تو خاص میری ذات کے متعلق ہیں، کچھ الہلال کی تحریر و مضامین کے متعلق، اور کچھ مالی امانت و خیانت کے متعلق۔

ان میں پہلی قسم بالکل سچ ہے۔ خدا تعالیٰ آپ کو اس احتساب حق کا اجر اور مجھے توفیق عمل دے۔ دوسری قسم کا تعلق جہاں تک ارادہ اور نیت سے ہے پورے یقین کے ساتھ انکار کرتا ہوں۔ علم اللہ کہ آغاز کار سے اس وقت تک کبھی بھی میرا خیال اس شیطنت و ابلیسی ادعا کا نہیں ہوا۔ واللہ علی اقول شہید۔ مگر ممکن ہے کہ میری تحریروں سے ایسا خیال ہوتا ہو۔ اگر ایسا ہے تو میں ذمہ دار ضرور ہوں اور توبہ کرتا ہوں۔

البتہ تیسری قسم سے الحمدللہ کہ بکلی منکر ہوں۔ آپ کو اس بارے میں وہی غلط فہمی ہوئی۔ جس کا مجھے خیال ہوا تھا اور تذکرہ آپ نے مولوی عبدالرحمن گیلانوی سے غالباً کیا تھا۔

آپ کو معلوم ہے کہ میری حالت ابتدا سے کچھ عجب طرح کی ہے۔ میں نے ایک مذہبی سوسائٹی میں پرورش پائی۔ لیکن ایسے اسباب جمع ہوئے کہ مجھ پر ان کا کچھ اثر نہیں پڑا۔ پھر میں طرح طرح کی بداعمالیوں میں پڑ گیا۔ اور شاید ہی فسق و فجور کا کوئی درجہ ایسا ہو جو مجھ بدبخت سے رہ گیا ہو۔ عملاً یہ حال تھا اور اعتقاداً ملحد یا مثل ملحد کے تھا۔ یہ حالت عرصے تک رہی۔ لیکن اتنا ضرور تھا کہ اس عالم میں کبھی کبھی انفعال و انابت کا قوی دورہ ہو جاتا، لیکن پھر قائم نہ رہتا۔

تقریباً ۵ برس ہوئے ہیں جبکہ میں بمبئی میں تھا کہ یکایک بعض حالات غم آلود ایسے پیش آئے کہ میری حالت میں انقلاب عظیم ہو گیا۔ اور خدا تعالیٰ نے توبہ و انابت کی توفیق دی۔ میں نے عہد واثق کیا کہ جمیع منہیات سے محترز رہوں گا، اور اس کے بعد اوامر پر عمل کروں گا۔

اس سے یہ تو ضرور ہوا کہ عملاً اعمال فسق و فجور ترک ہو گئے اور پھر ان کی طرف قدم نہیں بڑھا۔ لیکن جس چیز کو دل اور جذبات کا تقویٰ کہتے ہیں وہ حاصل نہیں، اور دل میں گناہ کی خواہش پیدا ہوتی رہی۔

اس کے بعد وقت گزرتا گیا اور میں آپ سے سچ کہتا ہوں کہ جس قدر ایک آدمی اندر ہی اندر اپنے تئیں بدل دینے کی کوشش کر سکتا ہے میں نے کی، لیکن سچی خدا پرستی کے حاصل کرنے سے عاجز رہا۔

یہ تو آپ نے صحیح نہیں لکھا کہ میں صوم و صلوٰۃ کا پابند نہیں، لیکن میرے خیال میں ایک لحاظ سے بالکل صحیح ہے، کیونکہ جو چاہتا ہوں وہ میسر نہیں ہے۔

اب میری موجودہ حالت جو کچھ ہے، وہ میں آپ پر ظاہر کرتا ہوں۔ میں عملاً تو منہیات اخلاق سے بچا ہوا ہوں، لیکن اس پر مطمئن نہیں اور دل اور خیال کا گناہ باقی ہے۔ طبیعت میں استغفار اور ولولۂ انابت نہایت قوی ہے۔ اور جیسا کچھ ہے اسے بیان نہیں کر سکتا۔ اور وہی ایک شے ہے، جس پر جی رہا ہوں لیکن استقامت حاصل نہیں

ہوتی اور کوشش کرتے کرتے تھک جاتا ہوں۔

آپ کو معلوم نہیں کہ میں حزب اللہ کے متعلق مضامین لکھ کر پھر کیوں چھوڑ دیتا ہوں۔ حالانکہ اس کا ابتدائی کام بالکل آسان ہے۔ اور ہر وقت کیا جا سکتا تھا۔ صرف اس لئے کہ ضرورت کے حس اور طبیعت کے جذبات کی بیخودی میں سلسلہ شروع کرتا تھا اور پھر اپنے تئیں دیکھتا تھا تو اہل نہیں پاتا تھا۔ حتی کہ گزشتہ ذی الحجہ میں جب اپنی زندگی کی تمام چیزیں بدل دینے کا قطعی اور آخری فیصلہ کر لیا۔ اور موانع کو ہٹانا شروع کیا تو پھر آخری بار اس کا اعلان کیا، اور اب کام شروع کر دیا ہے۔

رہی یہ بات کہ آپ لکھتے ہیں کہ تم کیوں لوگوں کو دینی پابندی کی تعلیم کرتے ہو؟ تو یہ سوال صدہا بار خود اپنے دل سے بھی کر چکا ہوں، اس کے جواب میں دو باتیں کہوں گا۔

اول تو دینی پابندی سے مقصود، بمقابلۂ الحاد و ترک اعمال دینیہ، حتی الامکان اعتقاد و عمل بالاسلام ہے اور اس کا تعلق جہاں تک ارکان و جوارح سے ہے، کرتا ہوں۔

دوسرے حق کا اظہار ہر مسلمان کا ویسا ہی فرض ہے جیسے نماز پڑھنا اور گویا عبادت، پھر اگر لوگوں سے کہتا ہوں کہ اچھے کام کریں اور حق کو حق سمجھیں۔ تو اپنا ایک فرض ادا کرتا ہوں۔ باقی فرائض میں اگر مجھ سے قصور ہو تو اس کی وجہ سے اس فرض کو کیوں چھوڑوں۔ لیکن ان تمام باتوں کے علاوہ ایک شے البتہ مجھ میں ہے اور اس کا ہونا میرے لئے اس درجہ یقینی ہے کہ میرا تمام غم و الم اس کو دیکھ کر دور ہو جاتا ہے۔ یعنی حق کی خدمت کرنے کا غیر متزلزل اور راسخ جذبہ اور اس کی راہ میں فنا ہو جانے کا ناقابل فنا عشق اور آج تین سال سے یہ اس طرح روز بروز ترقی کرتا جاتا ہے کہ ایک منٹ اور ایک لمحہ کے لئے بھی کوئی چیز اس پر غالب نہیں آئی ہے۔ اور اس نے مجھے نہیں چھوڑا ہے۔ دنیا کی محبوب سے محبوب شے پر بھی وہ غالب ہے اور پورے وثوق اور اعتقاد کے ساتھ دعویٰ کرتا ہوں کہ کوئی شخص کیسا ہی جاں نثار حق ہو، مگر انشاء اللہ میں اس سے زیادہ جاں نثار اور مستقل ثابت ہوں گا۔

نیز یہ کہ مجھے خدا پر جو اعتقاد ہے وہ بہت ہی پختہ اور راسخ ہے، اور میں مذہب کی نسبت جو کچھ کہتا ہوں دل کے اصلی اور سچے جوش اور یقین سے کہتا ہوں۔ اور ان لوگوں کی طرح نہیں ہوں، جو رسماً کہتے ہیں۔ میں آپ سے کیا کہوں کہ مجھ پر کیسے کیسے وقت گزرتے ہیں اور کیسے کیسے خیالات طاری ہوتے ہیں۔ مجھکو یہی چیزیں روز بروز یقین دلاتی رہتی ہیں کہ خدا مجھ کو پورا تزکیہ اور کامل عمل ضرور عطا فرمائے گا۔ نیز یہ کہ مجھے ضایع نہ ہونے دے گا اور مجھ سے کام لے گا۔

میں متقی اور کامل الاعمال آدمی نہیں ہوں، مگر کیا کروں اور کہاں جاؤں؟ کیا اس بات کو کہنا چھوڑ دوں، جس کو اچھا سمجھتا ہوں؟ اور پھر باوجود اس کے اپنے دلی جوش کو کیسے دباؤں، جو خدا جانتا ہے کہ بڑا ہی قوی اور مجھے مبہوت ولایعقل کر دینے والا ہے۔

میں آپ سے جھوٹ نہیں کہتا اور اپنے یقین کے خلاف یقین دلانا نہیں چاہتا، میرا حال ایسا ہی ہو رہا ہے، میں کیا عرض کروں کچھ کہہ بھی نہیں سکتا۔

میں خدا کی قسم کھا کر کہہ سکتا ہوں کہ میں نے کوئی بیان آج تک نہیں کیا ہے، مذہب و راست بازی و خدا

پرستی و حق حریت کے متعلق، جس کے لئے ایک اصلی جوش اور دل کا ولولہ میرے اندر موجود نہ ہو

ولعنتہ اللہ علی الکاذبین

ہاں حال میں ایک شخص کا خط آیا ہے جو جناب کے حوالہ سے لکھتا ہے کہ تم شراب پیتے ہو۔ اور اسی وجہ سے مولانا سلیمان چلے گئے۔ میں نے جی میں کہا کہ یہ تو سچ نہیں ہے۔ معلوم نہیں آپ کی نسبت اس کا بیان سچ ہے یا غلط؟ میں شراب پیتا تھا اور شراب پر کیا موقوف ہے۔ میں نے سبھی طرح کی سیہ کاریاں کی ہیں، لیکن الحمدللہ کہ خدا نے مجھے توبہ کی توفیق دی اور اب نہیں کرتا۔

"الہلال" کے متعلق آپ نے جو کچھ لکھا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ "دعوئ الہام وامامت و خود پرستی و تشخص و تکفیر اناس وادعاء تبختر وغیرہ وغیرہ"

میں نہیں سمجھ سکا کہ ایسا کہاں کہاں کیا ہے۔ اگر دعوئ الہام سے مقصود وہ مضامین ہیں، جن میں ایک مخصوص طرز تحریر سے خدا پرستی وفدا، حق ہونے کی تعلیم ہے، تو تعجب ہے کہ آپ ایسا سمجھیں۔ اگر اس کے معنی ادعاء الہام کے ہیں تو اس طرز کے چند مضامین آپ نے بھی لکھے ہیں جو از سرتا آخر انجیل کی زبان میں ہیں۔

تکفیر اناس سے اگر مقصود بعض خاص اشخاص کی تذلیل ہے، تو اس سے آپ بھی متفق ہیں۔ یعنی ان لوگوں کو جو قوم کو ضرر پہنچاتے اور آزادی کو روکتے ہیں۔ اس کے علاوہ بھی میں نے کسی کی تکفیر کی ہے، تو آپ ذرا کھول کر مجھے یاد دلایئے۔ واللہ باللہ میں سچے دل سے توبہ کروں گا اور اس سے بچوں گا۔

آپ نے لکھا کہ تم "میں" لکھتے ہو اور اس سے استدلال کیا ہے۔ لیکن میں نے بہت غور کیا اور سمجھ نہ سکا کہ اس سے کیا ہوتا ہے۔ میں تو میں اور ہم دونوں لکھتا ہوں۔ بعض موقعوں پر ہم تحریر میں اچھا نہیں معلوم ہوتا بربنائے انشاء و حسن بیان۔ دلیل اس کے لئے نہیں دی جا سکتی، تاہم اب اسے چھوڑ دوں گا اور کیا کروں۔

حزب اللہ کے متعلق جو آپ نے لکھا ہے کہ اس سے مقصود صرف اپنی پرستش کرانی ہے، تو اس کے جواب میں بھی اس کے سوا اور کیا عرض کروں کہ اگر ایسا چاہتا ہوں اور یہی میرا مقصود ہو تو اللہ اور اس کے ملائکہ کی مجھ پر لعنت۔ تعجب ہے کہ آپ کا ایسا خیال ہے۔

بیشک حزب اللہ کو انجمن کی طرح نہیں بنایا اور اور لوگ اس میں شریک نہیں کئے گئے۔ لیکن فرمایئے اس طرح مقاصد کے لئے جو چاہتا ہوں، کسے شریک کروں اور کون ہوتا ہے۔

خدا کے لئے تھوڑی سی زحمت اور گوارا کیجئے اور مجھے حوالہ دے کر اور مثالوں کے ساتھ بتلایئے کہ ادعاء نبوت ووحی کا خیال کیونکر آپ کو پیدا ہوا؟ تا کہ میں سمجھوں اور اس سے بچوں۔ میں مکمل نہیں سمجھ سکا۔ اگر کوئی اور شخص کہتا تو میں جواب نہ دیتا، لیکن آپ سے مجھے حسن ظن ہے۔ آپ کو راست باز اور مخلص سمجھتا ہوں۔ کہ بالوجہ آپ کوئی بات نہیں کہہ سکتے۔ ضرور اس کے اسباب ہیں۔

ایک دفعہ آپ نے چندہ کے متعلق لکھی ہے۔ اور اس کی بنا وہی واقعہ ہے جو میں سمجھا تھا۔ آپ نے لکھا ہے کہ میں نے اپنے سامنے لوٹ پڑتے دیکھا ہے میں اس غلط فہمی پر بہت متاسف ہوا۔ نیز معاف کیجئے گا، سوء اتفاق پر ہنسا بھی۔ اصل واقعہ ہے کہ انجمن مسجد کانپور کلکتہ کے جو جلسے ہوتے تھے۔ اس کے ایک جلسہ کا تمام روپیہ جو پہ

سو کئی روپیہ تھا- میرے یہاں آ گیا اور مسٹر قطب الدین نے جن کے پاس رہتا تھا- صندوق یہاں رکھ دیا اسی اثنا میں ٹون ہال کا جلسہ ہوا اور روپیہ کی ضرورت ہوئی، اسی میں سے لے کر روپیہ خرچ کیا- پھر ایک دن منشی عبدالجبار نے تنخواہ کے لئے روپیہ مانگا، روپیہ پاس نہ تھا اور بینک کا وقت گزر گیا تھا نیز دوسرے دن اتوار تھا- انہوں نے کہا کہ روپیہ موجود ہے، اس میں سے لے لیں، پرسوں آپ شامل کر دیجئے گا- یہ میں نے ضرور کیا کہ منظور کر لیا- اور مسٹر قطب الدین کو بلوا کر یا کنجی لے کر روپیہ لے لیا، اس کی تعداد ایک سو اسی تھی، جو تنخواہ میں کم ہوتے تھے- چندہ متفرق پیسوں، دونیوں، چونیوں میں تھا- اس کے ایک ہفتہ کے بعد ایک سو روپیہ کی پھر اسی طرح ضرورت ہوئی اور تین بج چکے تھے- بینک سے آ نہیں سکتا تھا- تحویل خالی تھا، میں نے کہا کہ جس قدر روپیہ باقی ہے سب نکال کر گن لو اور لے لو- بیشتر کا بھی روپیہ ہے، میں مسٹر رسول (خزانچی) کو چیک مجموعی رقم کا بھیج دوں گا- چنانچہ اس کے بعد حساب کیا گیا ٹون ہال کے بعض ضروری مصارف کمیٹی نے منظور کئے اور میں نے تین سو نوے روپیہ کا چیک مسٹر رسول کو بھیج دیا- یہی لوٹ ہے جو جناب نے دیکھی اور اس کے بعد مولوی عبدالرحمن نے اس کا تذکرہ کیا- میں سمجھتا تھا کہ آپ بھی لکھیں گے- کاش آپ یہیں اس کا ذکر فرماتے، لیکن آپ بالکل خاموش رہے-

میں تسلیم کرتا ہوں کہ یہ بھی شان امانت کے خلاف ہے- مگر میں نے ضرور کیا، اور ایک مرتبہ اور بھی کر چکا ہوں- لیکن اس مرتبہ پانچویں روز واپس کر دیا اور اس مرتبہ دوسرے ہی دن الگ کیا اور ہفتے کے بعد بھیج دیا- پہلی مرتبہ بھی ایک سو تراسی روپیہ مجبوراً چندے سے لے کر دیئے تھے- جو پانچویں دن واپس کر دیئے-

اسی بنا پر آپ نے لکھا ہے اور شک کیا ہے کہ چندوں کا بھی یہی حال ہو گا- بیشک آپ کے اس بیان سے دل بہت زخمی اور غمگین ہوا کہ آپ کے نزدیک میں ایسا حرام خور اور اخبث ہو گیا ہوں- لیکن پھر تسکین ہوئی کہ یہ بھی آپ اپنی ایمانی قوت اور راست بازی کی وجہ سے کہتے ہیں- آپ کو معلوم نہیں کہ میں نے خود بھی کچھ روپیہ اپنی حالت کے مطابق طرابلس اور بلقان میں دیا ہے اور سوائے چھ سو یا قریب چھ سو کی آخری رقموں کے جو مہاجرین کے لئے آئی تھیں اور نہیں گئیں، کیونکہ ایک سو پاونڈ کے انتظار میں رہا- اور الحمدللہ کہ ایک پائی بھی میں نے اپنے علم میں ضائع نہیں کی- اور یہ روپیہ بھی اب پرسوں چلا جائے گا، کیونکہ ڈاکٹر انصاری کو ایک شخص نے پچاس پونڈ دیئے ہیں اور دونوں شامل چلے جائیں گے-

آخر میں آپ نے ایک اور مبہم بات لکھی ہے یعنی "تم مصروف و مشغول آدمی ہو، اپنے مکان کے حالات سے بے خبر رہتے ہو-" اس کو بھی میں نہ سمجھ سکا- خدا کے لئے ابہام و اشارہ سے کام نہ لیجئے- نصیحت جب ہی کامل ہو سکتی ہے، جب مخاطب سمجھ سکے- بہ منت و ہزار عجز کہتا ہوں کہ اسے کھول کر لکھیے-

آپ کا وقت بہت ضائع ہوا- یہ تفصیل میں نے اس لئے نہیں کی کہ آپ کی مرضی کے خلاف آپ کو اور مجبور کرنا چاہتا ہوں- کہ آپ آئیے- اللہ کی مرضی ہماری خواہشوں سے بہتر ہے- مقصود صرف یہ ہے کہ میں آپ سے محبت رکھتا ہوں- اور آپ کو نیک اور مخلص آدمی یقین کرتا ہوں- اسی لئے آپ کے خط نے مجھے بہت متاثر کیا اور جتنا حصہ اس کا سمجھ سکا اور مطابق پایا، اس سے مجھے بہت نفع ہوا- بس ان تفصیلات کا لکھ دینا بہتر تھا-

آپ مجھے نہ بھولئے اور بھلانے کی کوشش نہ کیجئے اور میرے لئے دعا کیجئے- صرف یہی دعا جو میں مانگتا ہوں-

یعنی خدا تعالیٰ مجھ پر رحم فرمائے اور میری عاجزیوں اور منتوں کو قبول کرے۔ اگر ایسا نہیں ہے تو میں گمراہ ہو کر گمراہ کرنا چاہتا ہوں تو وہ مجھے دنیا سے اٹھا لے۔

حوالہ جات

گزشتہ ماہ (فروری ۹۴ء) کے شمارے میں پروفیسر صاحب کے مضمون "کیا احادیث نبوی ﷺ میں جھوٹ کی آمیزش ممکن ہے"..... میں حوالہ جات چھپنے سے رہ گئے تھے۔ ذیل میں وہ حوالہ جات درج کئے جا رہے ہیں۔

(۱) صحیح مسلم، کتاب الزہد ج-۲، ص-۴۱۴، و ترمذی، ج-۲، ص-۱۰۶

(۲) جامع بیان العلم، ص-۶۷، ۶۸ (۳) ایضاً (۴) ایضاً

(۵) توجیہ النظر ص-۱۰ (۶) ایضاً

(۷) جامع ترمذی، ج-۲، ص-۱۰۷ (۸) تدریب الراوی، ص-۲۸۶

(۹) جامع بیان العلم، ج-۱، ص-۷۲ (۱۰) مسند دارمی، ج-۱، ص-۱۴۳

(۱۱) بخاری، ج-۱، ص-۲۱ (۱۲) تہذیب التہذیب ابن حجر، ج-۸، ص-۵۳

(۱۳) ترمذی ج-۱، ص-۹۲ (۱۴) اسد الغابہ ج-۳، ص ۲۲۴

(۱۵) تاریخ تدوین حدیث از مولانا مناظر احسن گیلانی ص، ۲۸۶ (۱۶) ازالۃ الخفاء ج-۲، ص ۲۴

(۱۷) اسد الغابہ ج-۳، ص ۲۲۴ (۱۸) طبقات ابن سعد ج-۳، ص ۲۰۶

(۱۹) جامع بیان العلم ص، ۱۲۲ ج-۲ (۲۰) صحیح مسلم ج-۲، ص ۱۷۷

(۲۱) تنقید العلم ص، ۴۵۷

امیر شریعت نمبر

○ خطیب الامت، بطلِ حریت، امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ کے صد سالہ یوم ولادت ۱۹۹۲ء کے موقع پر ادارہ لقیب ختم نبوت اپنی خصوصی اشاعت "امیر شریعت" نمبر (حصہ اول) پیش کر چکا ہے۔ اس نمبر کو اندرون و بیرون ملک اتنی پذیرائی ملی کہ بہت سے احباب اس کے حصول کیلئے ہمیں خطوط لکھ رہے ہیں ـــــ تمام احباب اور قارئین مطلع رہیں کہ اب ادارہ کے ذخیرہ میں بھی اس کے نسخے ختم ہو چکے ہیں۔

○ ہم اپنے وعدہ کے مطابق ان شاء اللہ جلد ہی امیر شریعت نمبر حصہ دوم قارئین کی خدمت میں پیش کر رہے ہیں۔ تفصیلات آئندہ کسی شمارہ میں شائع کر دی جائیں گی۔ (مدیر)